تاج الشریعہ دام ظلہ علینا

کی جدید تحقیقات کے اصولی مباحث



مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

دار النقی

حضور تاج الشریعہ دام ظلہ علینا کی قلمی خدمات کی چند جھلکیاں



تاج الشریعہ دام ظلہ علینا

کی جدید تحقیقات کے اصولی مباحث

مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

دار النقی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

دار النقی

بیاد: رئیس المتکلمین حضرت العلام مفتی نقی علی خان قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ عنہ
(والد ماجد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ)

نام کتاب: تاج الشریعہ دام ظلہ علینا کی جدید تحقیقات کے اصولی مباحث
از قلم: حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی حفظہ اللہ
(نوری دارالافتاء، مدینہ مسجد، محلہ علی خاں کاشی پور، اترکھنڈ، ہند)
صفحات: ۲۴
اشاعت: اگست ۲۰۱۷ء -- ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ
بموقع: تاج الشریعہ کانفرنس (یوم ولادت حضور تاج الشریعہ ۲۴/ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ)
تعداد: ۱۰۰۰

ناشر: دار النقی

Email: markweb1011@gmail.com Cell: 0092 334 3247192

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا میں ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنے تعارف میں کسی کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ خود ان کی ذات ان کا نام ان کا لقب ان کا خطاب ہی ان کی پہچان اور ان کا مکمل تعارف ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی نادر الوجود اشخاص میں وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الھند مقدام العلماء والفقہاء حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری دام ظلہ العالی علینا کی ذات بابرکات ہے۔

حضرت کی ذات والا درجات کو جس زاویہ سے دیکھا جائے یکتائے روزگار نظر آتی ہے۔ آپ گوناگوں اوصاف حمیدہ، خصائل جلیلہ سے متصف حسن اخلاق، حسن عمل، حسن کردار کے حامل، تقویٰ، طہارت، زہد، ورع، علم اور عمل ہر خوبی کے جامع ہیں۔ آپ کی ذات کثیر الجہات ہے۔

میدانِ علم ہی کو لیں تو یقینا دفتر کا دفتر کم ہے حضرت کے علمی کارناموں کا احاطہ مشکل ہی نہیں ناممکن سا محسوس ہوتا ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ آپ کی تحریر میں جہاں آپ کے جدِ امجد حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کی جولانی اور روانی نظر آتی ہے وہیں جدِ کریم حضور مفتیٔ اعظم ہند کی قلمی پختگی کا رنگ بھی صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

عقائد ہوں یا معمولات، تفسیر ہو یا حدیث منطقی موشگافیاں ہوں یا فلسفہ کے ادق مباحث، فقہ وافتاء کی باریکیاں ہوں یا مسائل قدیمہ اور جدیدہ کی پیچیدگیاں۔ جس طرف بھی آپ نے رخ کیا حق ادا کر دیا۔ آپ کے علمی وزن کو ماپنے کے لئے کوئی میزان نہیں آپ کے علمی قد کو ناپنے کے لئے کوئی پیمانہ نہیں اور علمی کاوشوں کو گننے کے لئے کوئی عدد نہیں آپ نے جب سے شعور کی منزل پائی تب سے اب تک اپنے قلم سے جو جواہر پارے عطا کئے ہیں اگر ان کو یکجا

کیا جائے تو یقیناً ایک مکمل دفتر بن جائے۔

آپ کی علمی حیثیت کا بالاستیعاب احاطہ تو ایک مشکل امر ہے اس تعلق سے کسی طرح کی خامہ فرسائی کی ہم جرأت نہیں کر سکتے البتہ آپ کے بحر علم سے چند قطرہ پیاس بجھانے کی غرض سے لینا سوء ادب میں شامل نہیں ہوگا۔لہٰذا ہم حضرت کی علمی کاوشوں میں سے تحقیقاتِ جدیدہ کے اصولی مباحث کو اپنی تحریر کا موضوع بنا کر حضرت کے تحریرات سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپ نے جدید تحقیقات کے ضمن میں اب تک بہت کچھ ذخیرہ قوم کو عطا فرمایا ہے ہم آپ کی ان تحقیقاتِ نافعہ انیقہ میں سے چند کو سپردِ قرطاس کر رہے ہیں۔

ٹی وی اور ویڈیو

سائنسی ایجادات میں ٹی وی اور ویڈیو کو کافی اہمیت حاصل ہے،اسلامی نقطۂ نظر سے اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو اس کا استعمال ناجائز و حرام قرار پاتا ہے۔حضور تاج الشریعہ دام ظلہٗ علینا نے اس سائنسی آلہ کا جب شرعی نقطۂ نگاہ سے جائزہ لیا تو اس کا مکمل تانہ بانہ کھول کے رکھ دیا۔

ٹی وی اور ویڈیو کا ہر زاویہ سے جائزہ لینے کے بعد اس پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں حرمت کی ضربِ کاری فرماتے ہوئے،تحقیق کے جو قطب مینار آپ نے کھڑے کئے،ان کی بلندی کو دیکھنے کے لئے اچھے اچھوں کی ٹوپیاں سروں سے کھسک گئیں۔

آپ نے اس تحقیق جدید میں جو علمی توانائیاں صرف فرمائیں وہ یقیناً آپ ہی کا حصہ ہے۔آپ کی اس جدید تحقیق کے مبحثِ اصلی یعنی بنیادی بحث پر ہمیں کلام کرنا ہے۔

ٹی وی اور ویڈیو دراصل ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ تصویروں کی نمائش ہوتی ہے۔ ٹی وی اور ویڈیو کے پردہ پر دیکھی جانے والی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں اور تصویر کا دیکھنا، دکھانا ازروئے شرع حرام ہے۔البتہ چند حضرات نے ٹی وی کے پردہ پر ابھرنے والی

صورتوں کوتصویر نہ مان کر عکس ماناہے اور عکس کے جواز کے سبب ٹی وی اور ویڈیو پر ابھرنے والی تصویروں یا عکوس کو دیکھنے کی از روئے شرع اجازت بھی دی ہے۔

تاج الشریعہ دام ظلہٗ علینا کے موقف کے مطابق ٹی وی اور ویڈیو کی حرمت کی بنیادی بحث ٹی وی اور ویڈیو پر چلنے والی تصاویر ہیں نا کہ عکوس۔آپ نے ان سائنسی آلات کے پردہ پرا بھرنے والی صورتوں کو تصویر ثابت کر کے تصویر کا شرعی حکم بیان فرمایا ہے۔اور ان صورتوں کے عکوس نہ ہونے پر زبردست دلائل کا انبار لگایا ہے۔

نیز ان دونوں آلات کو لہو ولعب کے زمرے میں رکھتے ہوئے بہت سے دلائل سے اس کے استعمال کو ناجائز ثابت فرما کر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

ہم یہاں آپ کی مکمل بحث سے چار اہم بنیادی بحثیں ذکر کریں گے۔

① پہلی بحث ٹی وی اور ویڈیو پر ابھرنے والی جاندار صورتیں تصویر کے حکم میں داخل ہیں

② ان صورتوں کو عکس نہیں کہا جا سکتا

③ تصویر کی حرمت شرعی کا بیان

④ ٹی اور ویڈیو آلات لہو ولعب اور ان کے استعمال کا حکم

اب بالترتیب چاروں بحثوں سے متعلق آپ کے قلم سے معرضِ وجود میں آئی اس تفصیلی اور خالص علمی بحث سے چند اقتباسات قلمبند کئے جائے ہیں۔

آپ تصویر کا صحیح مفہوم بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''کسی شکل پر تصویر ذی روح کا اطلاق صحیح ہونے کے لئے بس اتنی سی بات کافی ہے کہ شکل ذوالصورت میں حیات کی حکایت کرے اور دیکھنے والا سمجھے کہ وہ کسی جاندار کی تصویر دیکھ رہا ہے۔'' [ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن و شرعی حکم/ص:۹۶]

آگے فرماتے ہیں: ''تصویر کا یہ معنی بدرجہ اتم ویڈیو اور ٹی وی کے اشکال پر صادق ہے کہ ان اشکال میں ذوالصورۃ کی حیات کی حکایت ہر تصویر سے زیادہ ہے کہ چلتی پھرتی نظر آتی ہیں اور

انہیں عکوس کہہ کر حرمتِ تصاویر کے عموم سے نکالنا درست نہیں کہ یہ تصاویر بداہۃً مصنوعہ انسان ہیں اورحرمت ان سے ضرور متعلق ہوگی خواہ انہیں کوئی عکس کہے یا تصویر بتائے"[مرجع سابق/ص:۹۹]

ان صورتوں کو آئینہ کے عکوس پر قیاس کرتے ہوئے عکس کہنے اور انہیں تصویر نہ ماننے پر زبردست ایرادات قائم کرتے ہوئے نیز اپنے مدعا پر دلائل سے بھرپور محققانہ بحث فرماتے ہوئے آپ نے جو تفصیل رقم فرمائی ہے اس کا قدرے حصہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

آپ فرماتے ہیں:" آئینوں کے عکوس میں فعل انسانی کا دخل نہیں بلکہ اس میں شعاعیں خود مصور ہو جاتی ہیں لہٰذا سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ سے بلانکیر منکر آئینہ سازی اور آئینہ دیکھنا آج تک معمول اور رائج ہے اور کوئی نہیں سمجھتا کہ آئینہ کے سامنے کھڑا ہونے والا اپنی تصویر بنا رہا ہے مگر اس پر ٹی وی کو قیاس کرنا۔۔۔درست نہیں کہ ٹی وی کے عکوس آئینہ کے عکوس کی طرح نہیں نہ خود ٹی وی آئینہ ہے۔"[مرجع سابق/ص:۵۲]

آگے فرماتے ہیں:"ویڈیو میں عکس کی اصل محفوظ کر لی جاتی ہے اور جب چاہو دیکھی جاسکتی ہے اور ٹی وی سے بھی کیمرے کے ذریعہ عکس کو کھینچ کر اسے مختلف اطوار میں منتقل کر کے عکس دکھایا جاسکتا ہے اور جب یہ چیز مشاہدے میں آچکی تو اس سے انکار بھی ممکن نہیں کہ اس میں جعل انسانی دخیل ہے بخلاف عکوس آئینہ کہ ان میں جعل انسانی دخیل نہیں تو بعینہ عکس کہنا بھی مشکل اور آئینہ پر قیاس بھی باطل۔۔۔اب ایک ہی سبیل ہے کہ ان عکوس کو آئینہ کے عکوس سے جدا جانیں"[مرجع سابق/ص:۵۷]

ٹی وی کے عکس کو آئینہ کے عکس پر قیاس کے باطل ہونے پر آپ نے جو قلم آرائی فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"اولاً: آئینہ میں ریز بے صنع انسان پڑتی ہیں اور کیمرے میں بے صنع انسان نہیں پڑتی۔

ثانیاً: آئینہ میں جو ریز پڑتی ہیں وہ ذی صورت کے تابع ہوتی ہیں اور کیمرہ جو محفوظ کرتا ہے

بھیجتا ہے وہ ذی صورت کے تابع نہیں ہوتا۔ٹی وی کے کیمرے میں بہت زیادہ روشنی درکار ہوتی ہے تو جب اس میں روشنی کی تاثیر بھی شامل ہوگئی تو اب ذی صورت کی شعاع نہ رہی بلکہ اس سے جداگانہ شے بن گئی جن کے بننے میں صنع انسانی کا دخل ہے تو اسے آئینہ وٹی وی کے عکوس کی اصل قریب بتانا غلط ہے۔

ثالثاً: ٹی وی کے وہ ریز خود عکس نہیں بنتے بلکہ ٹی وی کے آلات انہیں عکس میں بدلتے ہیں اگر وہ آلات نہ ہوں تو ٹی وی کے شیشہ پر کچھ نظر نہ آئے اور آئینہ میں ذی صورت کی شعاعیں کسی آلہ کی محتاج نہیں ہوتیں جو انہیں عکس میں بدلے۔

رابعاً: آئینہ میں جو عکس چمکتا ہے اس کا رنگ وہی ہوتا ہے جو ذی صورت کا ہوتا ہے اور عام ٹی وی میں نیلا اور رنگین میں رنگ برنگا نظر آتا ہے۔

خامساً: آئینہ میں ساکن کا عکس ساکن ہی نظر آتا ہے اور ٹی وی میں لرزہ براندام۔

سادساً: آئینہ میں آپ خود کو دیکھتے ہیں اور ٹی وی کے شیشہ پر آپ خود کو نہیں دیکھ سکتے۔ [مرجع سابق/ص:۵۹،۶۰]

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل سے آپ نے ٹی وی کے عکوس کا آئینہ کے عکوس پر قیاس کو غلط و باطل قرار دیا ہے۔مشتے نمونہ از خروارے ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔

بالجملہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ ٹی وی اور ویڈیو میں نظر آنے والی صورتیں تصویر ہی ہیں تو پھر ان پر شرعی احکام کیا جاری ہوں گے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔فرماتے ہیں: ”جاندار کی تصویر کے متعلق چند کلمات یہاں تحریر ہوتے ہیں جن سے بعونہ تعالیٰ جاندار کی تصویر کا حکمِ شرعی معلوم ہوگا اور ان شاء اللہ الکریم یہ بھی روشن ہوگا کہ ٹی وی اور ویڈیو کی تصاویرِ جاندار دائرہ حرمت میں داخل ہیں اور یہ کہ انہیں عکوسِ آئینہ پر قیاس کرنا باطل ہے بلکہ انہیں عکس کہنا ہی صحیح نہیں۔“ [مرجع سابق/ص:۹۵]

مزید آپ تصویر کی حرمت پر رد المحتار اور طحطاوی علی الدر کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”وھٰذالفظ ردالمحتارمافعل التصویر فھو غیر جائز مطلقالانه مضاھاۃ لخلق الله کمامر ۔اھ“ اسی میں ہے:”ظاھر کلام النوی الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان وقال سواء صنعه لمایمتھن اولغیرہ فصنعه حرام بکل حال لان فیه مضاھاۃ لخلق اللہ وسواء کان فی ثواب اوبساط اودرھم اواناء او حائط وغیرھا۔اھ “

یعنی جاندار کی تصویر بنانا مطلقاحرام ہے اس لئے کہ وہ خلق الٰہی کی مشابہت ہے جیسا کہ گزرا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ظاہر مفاد یہ ہے کہ جاندار کی تصویر سازی کی حرمت پر اجماع ہے ۔انہوں نے فرمایا کہ ذی روح کی تصویر مطلقاً حرام ہے خواہ اسے اہانت کے لئے بنائے یا کسی اور مقصد کے لئے بنائے لہٰذا جاندار کی تصویر بنانا بہرحال حرام ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فعل خلق کی مشابہت ہے ۔اور تصویر کپڑے میں ہو یا بساط میں درہم میں یا برتن یا دیوار وغیرہ میں ہو اسے بنانے کی حرمت کا حکم سب میں یکساں ہے ۔[مرجع سابق/ص:۹۶،۹۵]

آخر میں آپ ٹی وی میں جاندار کی تصویر نہ ہونے کی صورت میں استعمال کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے ۔فرماتے ہیں:”لہٰذا قطع نظر اس کے کہ اس میں فوٹو ہوتا ہے یا نہیں یہی ایک وجہ کہ ٹی وی کا استعمال لہو ولعب کے لئے ہوتا ہے اس کے ناجائز ہونے کے لئے وجہ کافی ہے ۔اور علماء کرام کا یہ داب مستمر ہے کہ غلبۂ فساد ولہو ولعب کے وقت مطلقاً ممانعت فرماتے ہیں ۔“[مرجع سابق/ص:۱۲۲]

بعد ازاں اپنے موقف پر آپ نے درمختار، ردالمحتار، حاشیہ طحطاوی علی الدر، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ فقہ حنفی کی کتب معتبرہ کے جزئیات سے استدلال کیا۔اور درج ذیل نتیجہ نکالتے ہوئے فرمایا:”یہ چند عبارات پیش ہیں جن میں غلبۂ فساد ولہو ولعب کی وجہ سے حکمِ حرمت دیا اور مطلقاً ممانعت فرمائی ۔۔۔۔۔پھر جزئیہ اخیرہ کا مصداق ٹی وی بدرجہ اتم ہے ۔اس کا آلۂ لہو ولعب ہونا ایسا نہیں کہ کسی سے پوشیدہ ہو بلا شبہ وہ لہو ولعب کے لئے اکثر و بیشتر مستعمل ہوتا ہے ۔ لہٰذا قطع نظر اس سے کہ اس میں فوٹو ہوتا ہے یا نہیں اور اس کی ایجاد کسی مقصد معقول کے لئے

ہوئی یا نہیں جب اس کا استعمال لہوولعب کے لئے غالب بلکہ اغلب ہے تو اس کے استعمال سے شرعاً ضرور ممانعت ہوگی اور اس کا استعمال دینی امور مثلاً تلاوت و وعظ نعت و منقبت وغیرہ کے حیلہ سے بھی جائز نہ ہوگا کہ دینی امور کو تماشہ بنانا جائز نہیں ۔[مرجع سابق/ص:۱۲۳،۱۲۴]

مشابہ بالدف پڑھی جانے والی نعتوں کا حکم

ماضی قریب میں نعت خواں حضرات نے نعت خوانی کا ایک نیا انداز ایجاد کیا جس میں دف وغیرہ مزامیر کا استعمال تو نہیں ہوتا البتہ اس کے سننے والا اس پر یقین بھی نہیں کر پاتا کہ یہ نعتیں دف وغیرہ کے ساتھ نہیں پڑھی گئی ہیں ۔ایسا کیسے ہوتا ہے خود تاج الشریعہ دام ظلہٗ علینا کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں ۔فرماتے ہیں:''آج کل ایک مخصوص قسم کے ذکر کا رواج عام ہو رہا ہے جس میں حلق سے ایک مخصوص آواز جو مشابہ دف ہے صاف سنی جاتی ہے بلکہ بیان کرنے والوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ مائک کو دونوں ہونٹوں کے درمیان یا بالکل قریب کر کے اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ مزامیر کے مثل آواز پیدا ہوتی ہے بارہا کیسٹ سنے گئے اور دف جیسی آواز صاف سنائی دی بلکہ بعض مروجہ طریقوں میں یہ صاف آشکار ہے کہ محض ایک آواز مشابہ دف مسموع ہوتی ہے اور اسم جلالت ادا نہیں ہوتا اس پر یہ مستزاد ہے کہ چھن چھن یا اس کے مشابہ کچھ آوازیں صاف سنائی دیتی ہیں ان امور سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ بتکلف ایسی آوازیں جو مشابہ ساز و مماثل دف ہو نکالتے ہیں''[فتاویٰ نورانی/ص:۱۲]

تاج الشریعہ دام ظلہٗ علینا نے اس مسئلہ کا باریکی سے جائزہ لیتے ہوئے اس پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں جو حکمِ شرعی منطبق فرمایا ہے وہ ہم آخر بحث میں بیان کریں گے البتہ پہلے ہم یہاں اس جدید تحقیق کی بنیادی بحث پر گفتگو کریں گے۔

مذکورہ بالا مخصوص ذکر دف وغیرہ مزامیر سے خالی ہے مگر دف وغیرہ سے مشابہ ہے اور اسی مشابہت کے سبب یہ مروجہ طریقہ بھی دف وغیرہ مزامیر کے حکم میں آجاتا ہے ۔اور اس

پر وہی حکم منطبق ہوتا ہے جو دف اور مزامیر کا ہے۔

بالجملہ اس مسئلہ کی بنیادی بحث ذکر کا مشابہ بالدف ہونا ہے۔اب دف اور مشابہ بالدف میں کیا فرق ہے اور ان دونوں کا حکم یکساں ہے یا کوئی فرق ہے اس کے ممنوع و ناجائز ہونے کی کیا صورت ہے۔اس کی تفصیلی بحث تاج الشریعہ دام ظلہ علینا کے قلم سے منصۂ شہود پر آئی تو یقیناً ساری صورتیں بے غبار ہوگئیں اور مسئلہ بالکل صاف وشفاف ہوگیا۔فرماتے ہیں:

”دف آلاتِ لہوولعب میں سے ہے جس کا استعمال اغلب احوال میں لہوولعب کے لئے ہوتا ہے لہٰذا دف کے استعمال کی شرعاً اجازت نہیں۔دف بغیر جلاجل کی اباحت بعض احادیث سے مثلاً:”اعلنوا ھٰذاالنکاح واضربوا علیه بالدفوف“وغیرہ سے معلوم ہوتی ہے لیکن اصولِ فقہ کا قاعدہ کہ اذااجتمع الحلال والحرام رجح الحرام بنابریں ترجیح جانب حرمت کو ہے جس کی مؤید سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث شریفہ مثلاً ”امرت بمحق المعارف بعثنی ربی عزوجل بمحق المعارف“وغیرہما ہیں قطع نظر اس کے حدیث مذکور اعلنوا ھٰذاالنکاح میں اجازت استعمال دف کی بغرض اعلان مفہوم ہوتی ہے یہی لیا جائے کہ بعض احوال میں ملاہی کی اجازت ہے مگر اس زمانے میں جبکہ لوگ تصحیح نیت سے قاصر اور احکام شرع سے غافل لہوولعب میں منہمک ہیں سبیل اطلاق منع ہیں۔

کماافادہ الامام ذی الھمام الشیخ احمدرضاقدس سرہٗ فی رسالۃ المبارکۃ ھادی الناس فی رسوم الاعراس قال فی الدرالمختاربعدحکایۃ عن امامنابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلت المسئلۃعلی ان الملاھی کلھاحرام۔

یہ تو دف وغیرہ آلاتِ لہو کے بارے میں تھا جو آواز ان آلات لہو کے مشابہ کسی طرح پیدا کی جائے ان کا بھی وہی حکم ہے جو ان آلاتِ لہو سے نکلنے والی آوازوں کا ہے۔

اس کی نظیر گراموفون وغیرہ آلات سے نکلنے والی ان آوازوں کا حکم ہے جو قطعاً ان

آلاتِ لہو سے نکلنے والی آواز تو نہیں لیکن بلاشبہ یہ آوازیں ان آلاتِ لہو کے آوازوں کی کاپیاں ہیں۔ لہٰذا گراموفون وغیرہ میں ان ملاہی کی آوازیں بھرنا اور انہیں سننا اسی طرح حرام ہے جس طرح ان ملاہی کا استعمال سننے سنانے کے لئے حرام ہے۔" [مرجع سابق/ص:۲۲،۲۳]

مزید فرماتے ہیں: سیٹی ایک مخصوص آواز نکالنے کا آلہ ہے اس جیسی آواز اگر منہ سے نکالی جائے تو یہ بالعموم طریقہ فساق ہے، اور ناجائز ہے۔" [مرجع سابق/ص:۲۳]

الحاصل مذکورہ بالا بحث سے یہ صاف ہوگیا کہ ذکر مشابہ بالدف ذکر مع الدف کے حکم میں ہے۔ تو اس پر وہی حکم منطبق ہوگا جو دف وغیرہ کا ہے۔ لہٰذا اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "لہٰذا ان مندرجہ بالا امور سے روشن ہے کہ دف جیسی آواز نکالنا اگرچہ بغیر استعمال دف ہو ناجائز ہے اور اگر یہ قصداً ہے تو یہ تلہی ہے جو مطلقاً حرام ہے۔ اور اگر ایسی آواز منہ سے بلاقصد نکلتی ہے تو وہ صورۃً لہو کے مشابہ ہے لہٰذا اس سے بھی گریز چاہئے خصوصاً ذکر ونعت میں اس بات کالحاظ ضروری ہے کہ قصدِ لہو اور صورتِ لہو دونوں سے پرہیز کیا جائے۔ دف کے استعمال کی رخصت نظر بہ بعض احادیث سے اگر ثابت بھی ہے تو ان اشعار میں جن کا تعلق ذکر ونعت سے نہیں اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جب ایک گانے والی نے دف بجایا اور منجملہ اشعار کے یہ مصرعہ پڑھا۔

وفینا نبی یعلم مافی غد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "دعی ھٰذہ وقولی بالدی ما کنت تقولین" یہ رہنے دو اور جو پڑھ رہی تھی وہی پڑھتی رہو کہ صورتِ لہو پر نعت شریف شایان شان نہ تھا اب حکم مسئلہ صاف ہوگیا اور وہ یہ کہ ایسی آواز جو دف وغیرہ کے مشابہ ہو منہ سے نکالنا جائز نہیں کہ طریقۂ فساق ہے اور ذکر وغیرہ میں اشد ناجائز ہے۔" [مرجع سابق/ص:۲۳،۲۴]

چلتی ٹرین میں نماز

آپ کی جدید تحقیقات میں سے چلتی ٹرین میں نمازوں کی ادائیگی ایک معرکۃ الآرا تحقیق ہے۔اس تحقیق کی بنیادی واصولی بحث یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز کی ادائیگی منع من جہۃ العباد کے سبب درست نہیں اور اسے عذر سماوی پر محمول کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

آپ نے اس سلسلہ میں تحقیقات کے جو جوہر دکھائے ہیں یقیناوہ آپ کے فقید المثال فقیہ اور بے مثال محقق ہونے پر دال ہیں ۔آپ کی اس تحقیق میں جہاں عقلی دلائل کی بہتات ہے وہیں دلائل شرعیہ کی فراوانی بھی ہے ۔مسئلہ کے ہر پہلو پر گفتگو،عبارات اکابر سے تحقیق کی تزئین مفہومِ مخالف کے دلائل کی مہذب اور معقول تردیداور دلائل وشواہد سے اپنے موقف کی تائید یہی خوبیاں آپ کی تحقیق کو چار چاند لگاتی ہیں اور فریق مخالف کو خاموش کر دیا کرتی ہیں۔

آپ کی اس تحقیق کا محور خاص کر مفہومِ مخالف کا تجزیہ وتنقیح کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنا ہے ۔مفہومِ مخالف یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز عذرِ سماوی کے سبب درست ہے اور آپ کا موقف یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز منع من جہۃ العباد کے سبب صحیح نہیں اور اس میں عذرِ سماوی کو دخل نہیں ۔ہم یہاں اس بحث کے چند اہم اور بنیادی اقتباسات پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔تفصیل کے لئے مستقل تصنیف ملاحظہ کی جائے۔

آپ اپنے موقف کی تائیداور مفہومِ مخالف کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:''ٹرین روکنااس محکمہ کے اختیار میں تھا تو انگریزوں کے معمولی کام کے لئے ٹرین روکتے تھے اور مسلمانوں کے اہم دینی فریضے کے لئے ٹرین نہیں روکتے تھے۔۔۔۔یہی صورت آج بھی موجود ہے یعنی ٹرین کا روکنا اپنے اختیار میں ہے قانون اسی اختیار سے بنے ہیں نماز کے لئے ٹرین نہ روکنا اسی اختیار سے ناشی ہے یہ نہیں کہ ٹرین کوئی شریر چوپایہ ہے جسے اپنے قابو میں کرنا دشوار ہے منع من جہۃ العبد ہونے کے لئے یہ کب ضروری ہے کہ خاص فرد یا

افراد کے حق میں ممانعت ہوا گر ممانعت عام ہو تو منع من جہۃ العباد نہ رہے گا؟
کتب اصول سے یہ دکھایا جائے کہ منع عام اگرچہ من جہۃ العباد ہو عذر مکتسب نہ ٹھہرے گا بلکہ عذر سماوی ہو جائے گا۔"[چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم/ص:۲۰]

آگے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: "انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے"[مرجع سابق/ص:۲۱]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو فریق مخالف نے مفہوم مخالف کا مستدل ٹھہرا کر اپنے موقف کو ثابت کرنے کی جوسعی کی ہے تاج الشریعہ دام ظلہ علینا نے اس کا تفصیلی تجزیہ اور زبردست تعاقب فرمایا نیز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارت کے ایک جز "نماز کے لئے نہیں روکی جاتی۔" پر مفہومِ مخالف کی اساس کمزور قرار دیتے ہوئے کچھ اس طرح رقمطراز ہیں: "اب منع عام ہو یا خاص قضیہ مطلقہ نماز کے لئے نہیں روکی جاتی صادق ہے یا نہیں اگر صادق ہے اور ضرور صادق ہے تو یہ ضرور منع من جہۃ العباد ہے اور ضرور اسی سے ناشی ہے اور جب اسی عبارت کا یہ مفہوم بہر حال صادق ہے اور یہی اس کا مفہومِ موافق ہے تو اگر خیالی مفہومِ مخالف مان بھی لیا جائے تو خیالی مفہومِ مخالف سے اس پر کیا اثر؟ اور موافق کے ہوتے مخالف کے پیچھے دوڑنا کس نے ٹھہرایا اور یہ کہاں سے نکلا کہ منع من جہۃ العباد اسی وقت ہوگا جب کہ منع خاص چند افراد کے حق میں ہو اور اگر قانون عام ممانعت کرے تو منع من جہۃ العباد نہ رہے گا بلکہ منع سماوی ہو جائے گا کیا بندوں کا قانون قانونِ الٰہی ہو جائے گا؟"[مرجع سابق/ص:۲۳]

مفہومِ مخالف کو فتاویٰ رضویہ سے مستنبط کیے جانے پر درج ذیل تعاقب بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے: "فتاویٰ رضویہ کی صریح عبارت جو مطلقاً یہ بتا رہی ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض و واجب ادا نہیں ہوسکتے اس کے برخلاف یہ ہیڈنگ لگانا کہ "چلتی ٹرین پر فرض و واجب نمازیں

جائز و صحیح ہیں، یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے۔" فتاویٰ رضویہ کی طرف کیا ایسی بات کی نسبت کرنا نہیں جو اس میں موجود نہیں، پھر اس سے بڑھ کر یہ دعوی کہ "یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تصریحات بالا سے واضح ہے" کیا اس غلط نسبت پر اصرار مکرر نہیں؟ کیا یہ صریح فتاویٰ رضویہ سے انحراف نہیں؟ پھر کیسے کہتے ہیں کہ یہ حکم نہ کسی طرح فتاوی رضویہ کے خلاف ہے نہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے انحراف ہے نہ ہر گز ہر گز کسی طرح یہاں خرق اجماع مسلمین متصور، کیسے مانا جائے کہ یہاں خرقِ اجماعِ مسلمین نہیں حالاں کہ منع من جہۃ العبد کے ہوتے اتحاد و استقرارِ مکان کی اجماعی شرطیں یکسر اٹھادیں۔ مفہوم مخالف کا سہارا لے کر منع من جہۃ العبد کے وہ خیالی معنی گڑھے اور اس طرح اس معنی کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کردی۔ پھر وہی سوال ہے کہ کیا اس معنی پر آپ کا کوئی سلف ہے؟ ہے تو بتائیے نہیں تو کیا بچند وجوہ یہ خرقِ اجماعِ مسلمین نہیں، پھر اسے کیوں فتاوی رضویہ سے ثابت بتایا جاتا ہے۔" [مرجع سابق/ص: ۲۴،۲۵]

مفہوم مخالف کی تائید میں یہ کہے جانے پر کہ: "کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اتر کر نماز پڑھنے میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں قافلہ چھوٹ جانے یا ناگاہ سے غائب ہو جانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے اور ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لئے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے یہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے" [مرجع سابق/ص: ۲۶]

زبردست ریمارکس کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "چلتی ریل گاڑی جو مسلسل کئی گھنٹہ چلتی ہے اس میں ریل سے اترنے کی نوبت کب آئے گی؟ اور جب یہ نوبت نہ آئے گی تو مال گنوانے یا جان جانے کا خوف کیوں کر متحقق ہوگا؟ پھر جب بشری ضروریات اب ریل میں مہیا ہیں تو پانی وغیرہ کے لئے اترنے کی ضرورت ہی کب ہوگی اور جب ریل میں وہ صورت

درپیش نہیں جوصورت قافلہ میں ہوتی تھی توریل قطعاً قافلے سے جدا ہے قافلے سے اس کا الحاق کیا معنی؟ یہ الحاق اعلیٰ حضرت امام اہل سنت وغیرہ اکابر اہل سنت کو نظر نہ آیا۔۔۔ بہرحال یہ قیاس مع الفارق نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر یہ رخصت بشرط استمرار خوف خاص تیمم کے لئے ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خوف از اول تا آخر مستمر ہو تو نمازی کو رخصت ہے کہ تیمم کر کے کھڑی ہوئی سواری پر نماز پڑھ لے نماز صحیح ہو جائے گی۔ جب کہ سواری زمین سے متصل با تصال قرار ہو، دابہ پر یوں ہی اس گاڑی پر جس کا اگلا حصہ دابہ پر رکھا ہو نماز نہ ہوگی جب کہ اتر کر نماز پڑھنا ممکن ہو یعنی اس سے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو دابہ اگر چل رہا ہے تو اس پر نماز فرض بے تحقق عذر، صحیح نہیں۔ لہٰذا اگر اس کو ٹھہرانا ممکن ہو اور زمین پر نماز پڑھنا متیسر نہ ہو تو ضروری ہے کہ اسے ٹھہرا کر نماز پڑھے۔ یہ حکم اس نمازی کے حق میں کیوں کر منسحب ہوگا جس کی سواری زمین سے متصل با تصال قرار ہو اور اس سواری کو روکنا ممکن ہو بایں طور کہ اسے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو، ریل کا روکنا بندوں کے اختیار میں ہے تو رکی ہوئی ریل پر نماز پڑھنا اس اعتبار سے ممکن ہے اس سے مانع وہ خوف نہیں جو بندے کے دل میں اللہ نے براہ راست ڈالا بلکہ وہ خوف ہے جو اس کے دل میں بندے کی وعید سے پیدا ہوا، دونوں خوفوں میں فرق ہے ایک عذر سماوی ہے مانع من جانب اللہ ہے دوسرا عذر مکتسب ہے بالفاظ دیگر مانع من جہۃ العبد ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں پھر مختلف کو مختلف پر قیاس کرنا کیا معنی؟ [مرجع سابق/ص:۲۷]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نماز کی ادائیگی میں سبب منع من جہۃ العبد کی قید کو آزادیٔ ہند سے قبل خود مختار کمپنیوں سے مقید کر دینے پر تاج الشریعہ دام ظلہ علینا فرماتے ہیں: ''بھارتیہ قانون ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہے جس طرح یہ کمپنیاں ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہوتی تھیں اور جس طرح ان کمپنیوں نے انگریزوں

کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اسی طرح بھارتیہ قانون نے کچھ مقامات (اسٹیشنوں) کا لحاظ کیا کہ وہاں ٹرین روکی جاتی ہے اور مسلمانوں کو نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی اس لئے نمازی اس پر مجبور ہیں کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں چلتی ٹرین پر استقرار کی شرط مفقود ہوتی ہے اور اس سے مانع یہ بھارتیہ قانون ہے جس نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسے منع من جہۃ العباد قرار دے کر حسبِ امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔ کیا یہاں یہ بات متحقق نہیں کہ یہ لوگ ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہیں جس طرح یہ کمپنیاں خود مختار ہوتی تھیں خود مختار ہیں اور ضرور ہیں۔ تو کیا مدار کار خود مختار ہونے پر نہیں کیا کمپنیاں خود مختار ہوں (اگرچہ یہ صورت خلاف واقع ہے وہ ضرور انگریزی قانون کے تابع تھیں) تو منع من جہۃ العبد ہوگا اور حکومت نظام اپنے ہاتھ میں لے لے تو منع سماوی ہو جائے گا۔ جب مدار کار خود مختار ہونے پر ہے۔۔۔ تو یہ کہنا کیوں کر صحیح ہے کہ: ''یہ صورت حال زمانۂ اعلیٰ حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لئے آج حکم بھی مختلف ہوگا'' کیوں مختلف ہوگا؟ حالاں کہ مدار ایک ہے اور علت متحد ہے وہ نظام بھی اختیارِ عبد سے ناشی ہوا اور یہ نظام بھی اختیارِ عبد سے ناشی ہے تو خاص وعام تفرقہ چہ معنی دارد؟ [مرجع سابق/ص:۲۹،۳۰]

آخر میں تحقیق کا لبِ لباب اور چلتی ٹرین پر نماز کی ادائیگی کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحادِ مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادائیگی) شرط ہے مگر جب کوئی مانع درپیش ہو تو حکم بدل جاتا ہے۔ اگر یہ مانع عذر سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان کے باوجود فرض وواجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ لیکن مانع اگر ایسا ہے

جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور وہ براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح طریقے پر ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے ہاں اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو وہ تخت کی طرح زمین پر مستقر ہے اس پر نماز صحیح ہے۔" [مرجع سابق/ص:۴۰،۳۹]

ٹائی کا تحقیقی بیان

دورحاضر میں ٹائی پہننا عام طور پر رائج ہوتا جارہا ہے کمپنی ہو یا اسکول ملازمین سے لے کر اسکول میں پڑھنے والے بچوں تک سبھی پر اس کی پابندی لازم قرار دی جارہی ہے۔ اغیار کا ٹائی استعمال کرنا نہ کرنا ہماری بحث میں شامل نہیں البتہ ٹائی کی حقیقت جانے بغیر اہلِ اسلام کا کثرت سے ٹائی استعمال کرنا محل فکر اور باعثِ تشویش ضرور ہے۔ تاج الشریعہ دام ظلہٗ علینا سے جب اس کی حقیقت اور اس کے حکم شرعی کی بابت استفتاء کیا گیا تو آپ نے ٹائی کی حقیقت و ماہیت پر ایسی زبردست تحقیق فرمائی کہ پھر کسی کو مجال دم زدن نہ رہا اور پھر دلائل شرعیہ عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں اس پر حرمتِ شرعی کا جو حکمِ شرعی منطبق فرمایا اس سے مسئلہ کی توضیح بھی ہوگئی اور ٹائی پہننے والوں کیلئے تنبیہ بھی۔

آپ کی اس مکمل اور مفصل تحقیق انیق کا بنیادی اور اصولی زاویۂ بحث ٹائی کا مذہب عیسائیت کا مذہبی شعار ہونا اور شریعتِ مصطفیٰ کے مطابق اہل اسلام کے لئے دوسرے کسی بھی مذہب کے شعار کا لائق استعمال نہ ہونا ہے۔

آئیں اس بحث کے اسی بنیادی نکتہ پر تاج الشریعہ دام ظلہٗ علینا کی تحقیق کے جلوے ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں: "عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی اور سولی پر لٹکایا لہٰذا عیسائی اس کی یاد میں صلیب کا نشان جسے کراس کہتے ہیں اور گلے میں ٹائی باندھتے ہیں۔ حضرت اقدس (مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ) کی خدمت

میں رہنے والوں کا بارہا کا مشاہدہ تھا کہ کسی کو ٹائی پہنے دیکھتے سخت برہمی کا اظہار کرتے اور ٹائی اتروادیتے تھے اور ٹائی کو عیسائیوں کا شعار بتاتے تھے۔"[ٹائی کا مسئلہ/ص:۱۰]

اور پھر آگے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے ٹائی کو عیسائیوں کا شعار کہے جانے پر تائیدی گفتگو فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں: "ہم بعونہٖ تعالیٰ اس فتویٰ مبارکہ کی تائید میں بنائے کار اس امر پر رکھیں جو سب کے نزدیک مسلم ہے، اور وہ ہے کراس (cross) جسے مسلم وغیر مسلم سب بالاتفاق عیسائیوں کا نشان جانتے ہیں۔ اس کراس کا اطلاق جس طرح اس معروف نشان پر ہوتا ہے اسی طرح وہ تختہ جس پر بقول نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ پھانسی دی گئی، بھی کراس کا مصداق ہے۔"[مرجع سابق/ص:۱۱]

اور اس بات کی تائید میں آپ نے انگریزی کی متداول لغت practical advanced twentieth century dictonary سے cross کے معانی اور اس کی ساخت وغیرہ بیان فرمائی نیز عیسائیوں کے نزدیک اس کا محافظ بلا یا اور باعث برکت ہونا ثابت کیا، اور فرمایا: "مذکورہ بالا کی روشنی میں مروجہ ٹائی کو دیکھئے تو صاف ظاہر ہوگا کہ یہ پھانسی کے تختہ کے مشابہ ہے خصوصا سیدھی چوڑی پٹی والی ٹائی تو اس تختہ دار سے زیادہ مشابہ معلوم ہوتی ہے اور عیسائیوں کے نزدیک یقیناوہ بھی مقدس ومحترم ہے نہ یہ کہ صرف وہ پورے کراس کا نشان ہی مقدس ٹھہرے۔

اور مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ صلیب کا نشان بنانا اگرچہ ہاتھوں کے اشارہ سے ہوا ہی میں سہی باعث برکت وحفاظت جانتے ہیں تو صلیب یا جزء صلیب کی نشانی کو اپنے گلے میں ڈالنا کیوں نہ باعثِ برکت جانیں گے۔ ضرور وہ اس عقیدہ کے مطابق برکت کا باعث ہے اور یہ ٹائی ہے جسے عیسائی گلے میں باندھتے ہیں۔"[مرجع سابق/ص:۱۱،۱۲]

اور پھر تفصیلی گفتگو فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: "بالجملہ ٹائی کا مکمل کراس مع شے زائد ہے

کہ اس میں پھانسی کا پھندا بھی ہے اسی پر بوٹائی (bowti) کو قیاس کر لیجئے اس کے گلے میں بندھنے سے بھی کراس کی شکل بنتی ہے جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے (یہاں اس کی ساخت کا نقشہ دیا گیا) اور کراس اور شبیہ کراس عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے تو ٹائی کو کراس مانو یا شبیہ کراس مانو بہر صورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اور جو چیز کافروں کا مذہبی شعار ہو وہ ہر گز روا نہ ہوگی۔ اگرچہ معاذ اللہ کیسی ہی عام ہو جائے۔" [مرجع سابق/ص:۱۲]

مزید فرماتے ہیں: "اہل بصیرت کو تو خود ٹائی کی شکل سے اس کا حال معلوم ہو گیا مگر اس کی عیسائیوں کے یہاں اتنی اہمیت ہے کہ مردہ کو بھی ٹائی پہناتے ہیں تو ضرور یہ ان کا مذہبی شعار ہے جو مسلم کے لئے حرام اور باعث عار و نار ہے۔ مسلمانوں کو اس کی ہر گز اجازت نہیں مل سکتی ان کے اوپر لازم ہے کہ اس سے شدید احتراز کریں" [مرجع سابق/ص:۱۲،۱۳]

ٹائی کے عیسائی مذہب کا شعار ہونے پر مزید کلام کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "ٹائی شعار نصاریٰ ہونے پر بذات خود شاہد عدل ہے تو اب اس کے ہوتے مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں اور کسی شاذ و نادر کا انکار اصلاً مضر نہیں تاہم اس پر مومن و کافر سب متفق ہیں کہ یہ نصرانیت کا شعار ہے۔

ابھی پچھلے سال کی بات ہے کہ ڈربن (افریقہ) میں ایک نو مسلم (سابق عیسائی) نے بتایا کہ ٹائی کو چرچ کی عزت کا لباس تصور کیا جاتا ہے جس سے اس کی مذہبی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ نیز ایک پاکستانی عالم سے ایک پادری نے کہا کہ "ٹائی باندھنے سے ان کے بطور ثواب بڑھ جاتا ہے۔" [مرجع سابق/ص:۱۳،۱۴]

مزید براں ٹائی سے متعلق حضور اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند کی فتاویٰ سے قرآنی آیات احادیث منیرہ اور فقہی جزئیات سے مزین بہت سے اہم شواہد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ شعار کفر معاذ اللہ کتنا ہی عام ہو جائے وہ شعار ہی رہے گا اور اس کا حکم

کبھی نہ بدلے گا۔ [مرجع سابق/ص:۲۰]

اور پھر ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’بعض اذہان میں یہ خلجان ہے کہ شعار کفر اگر عام ہو جائے تو وہ شعار نہ رہے گا، جیسے شعار قومی مسلمانوں میں عام ہونے کی صورت میں کسی مخصوص قوم کا شعار نہیں رہے گا۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کا فرمان واجب الاذعان بدیہی ہے اور چنداں استدلال کا محتاج نہیں اور اس کے مقابل بعض اذہان کا خلجان بین البطلان ہے۔ ظاہر ہے کہ کفار کا شعارِ مذہبی وہ علامت خاصہ مشہورہ ہے جس کو ہر خاص وعام ان کے مذہب کا خاص نشان سمجھتا ہے جس کو اپنانا خواہی نخواہی اس بات پر دلیل ہوتا ہے کہ اپنانے والے نے کفار کا مذہب اختیار کرلیا اسی لحاظ سے اس کے مرتکب پر حکمِ کفر لگتا ہے اگر چہ اس کے علاوہ کوئی بات منافی اسلام اس سے سرزد نہ ہو لامحالہ کفار کا شعار مذہبی کفر ہے اور کفر بہر حال کفر ہی رہے گا۔ خواہ وہ کسی زمانہ میں کسی حال میں کہیں بھی پایا جائے وہ اصلاً قابل تغیر نہیں ہے۔ [مرجع سابق/ص:۲۰]

آپ اس پر مزید گفتگو فرمانے کے بعد شبہ مخالف کی دلیل کی تضعیف وتردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’اس جگہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استناد جس میں وارد ہوا: ’’کان ابن عباس یصلی فی البیعة الا بیعة فیھاتماثیل یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ‘‘ گرجا [میں نماز پڑھتے تھے مگر اس گرجا میں نہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وحضرت مریم رضی اللہ عنہا کے مجسمے ہوتے۔ اصلاً مفید نہیں اور اس سے مفہومِ شعار میں وہ قید ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس جگہ شعارِ مذہبی کا تحقق ہی محل منع میں ہے کہ کنیسہ میں باختیار ورغبت جانا منع ہے اور وہی کفار کا طریقہ اور ان کا شعار ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کنیسہ میں جانا باختیار نہ تھا بلکہ بحالتِ اضطرار واقع ہوا۔

عینی میں اس حدیث کے تحت ہے: ’’وزادفیه فان کان فیھاتماثیل خرج فصلی فی المطر انتھی ملتقطا۔‘‘ یعنی بغوی نے جعدیات میں اتنا زیادہ کیا کہ اگر کنیسہ میں

تصویریں ہوتیں تواس سے نکل جاتے اور بارش ہی میں نماز پڑھتے۔۔۔اسی لئے حضرت امام عینی رضی اللہ عنہ نے فعل ابن عباس وقولِ عمر میں رفع معارضہ کے لئے فرمایا:”وتقریر الجواب ان ماکان فی ذاک الباب بغیر الاختیار ومافی ھٰذالباب کقول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انا لا ندخل کنائسکم یعنی بالاختیار والاستحسان دون ضرورۃ تدعو الی ذالک“یعنی جوابِ تقریر یہ ہے کہ جواس باب میں ہے وہ بغیر اختیار ہے اور جو اس باب میں ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ ہم تمہارے کنیسوں میں داخل نہیں ہوتے یعنی بالاختیار اچھا جانتے ہوئے مگر یہ کہ جب ضرورت اس کی طرف داعی ہو۔“

اور بحالتِ اضطرار ناپسندیدگی کے ساتھ کنیسہ میں جانا مومن ہی کی شان ہے اور برضاو رغبت کنیسہ میں جانا کافروں کا کام ہے اور یہ کفری شعار ہے اوراس میں کفار کی موافقت باجماعِ مسلمین کفر ہے۔“[مرجع سابق/ص:۲۱،۲۲]

الحاصل: بہت سے دلائل وشواہد سے اپنی تحقیق کو مزین فرمانے کے بعد بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:”ٹائی کی حیثیت ضرورمذہبی ہے جسے ہر خاص وعام جانتا ہے اور ہم نے اس پر اپنے فتوے میں شواہد جمع کئے۔۔۔لہٰذا ٹائی باندھنا ضرور فعل کفر ہے مگر عوام اسے ایک وضع جانتے ہیں لہٰذا عوام کی تکفیر نہ کی جائے گی مگر اس صورت میں جب کہ ثابت ہوکہ دانستہ موافقت اور استحسان کے طور پر ٹائی باندھنے کا ارتکاب کیااور یہ معاملہ قلب سے تعلق رکھتا ہے جس پر حکم لگانا روا نہیں البتہ اس کے حرام ہونے میں کسی عاقل منصف کو شبہ نہیں ہوسکتا۔۔۔ بہرحال ٹائی کا استعمال حرام اشد حرام بدکام بدانجام ہے اور باندھنے والے پر عندالفقہا حکمِ کفر ہے اگرچہ احتیاطاً محض باندھنے پر محققین کے نزدیک تکفیر نہیں کی جائے گی بفرض غلط ٹائی کو شعار نہ مانیں تو بھی حکم حرمت قائم ہے کہ شرعاً امتیاز مسلمین مطلوب ہے۔“[مرجع سابق/ص:۲۴،۲۷]

جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کا ثبوت

سائنسی نت نئی ایجادات نے جہاں ہمیں آسانیاں فراہم کی ہیں وہیں بہت سے پیچیدہ مسائل بھی پیدا کئے ہیں۔ سائنسی ایجادات میں خاص کر موبائل نیٹ فیکس وغیرہ نے عوام الناس کو سہولتیں دیں تو اہل علم حضرات کو بہت سی دشواریوں میں ڈالا۔ موبائل وغیرہ جدید ذرائع ابلاغ سے وابستہ یوں تو بہت سے مسائل ہیں مگر ان مسائل میں ایک سلگتا ہوا مسئلہ ان سے رویتِ ہلال کے ثبوت کا ہے۔ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک موبائل، نیٹ، فیکس وغیرہ کی خبر "خبر مستفیض" کے حکم میں ہے اور ایسی صورت میں اس سے چاند کی شہادت درست صحیح ہے۔ لیکن اکابر علماء کی اکثریت خاص کر حضور تاج الشریعہ دام ظلہ علینا ان آلات جدیدہ کی خبر کو "خبر مستفیض" ماننے سے انکار کرتے ہیں اور ان آلات سے رویتِ ہلال کے ثبوت کو غیر معتبر اور ناکافی تسلیم کرتے ہیں۔ گویا اس مسئلہ کی بنیادی اور اصولی بحث ان جدید آلات کی خبر کا "خبر مستفیض" ہونا نہ ہونا اور موبائل وغیرہ کی خبر کا رویت ہلال کے معاملہ میں معتبر ہونا ہے۔ اس سلسلے میں حضور تاج الشریعہ دام ظلہ علینا کا موقف ہم اوپر بیان کر ہی چکے ہیں اب ہم اسی بنیادی بحث کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور تاج الشریعہ دام ظلہ علینا کی اس مسئلہ میں کی گئی تحقیق انیق کے چند اہم اور مفید مضامین کو ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

آپ موبائل وغیرہ کی خبر کو خبرِ مستفیض ماننے والوں کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے خبر کی صحت سے متعلق رقمطراز ہیں: "صحتِ خبر کا مدار محض سماع پر نہیں بلکہ منجملہ شرائطِ معتبرہ اتصال بھی درکار ہے۔ اتصال بے ملاقات متصور نہیں اسی لئے تو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بالفعل ملاقات کو حدیث کی صحت کے لئے شرط قرار دیا اور امام مسلم نے امکان ملاقات کی شرط رکھی یعنی انہوں نے اس پر محمول کیا کہ راوی کی مروی عنہ سے بوجہ معاصرت ملاقات ہوئی ہوگی اور جہاں راوی اور مروی عنہ کے درمیان سیکڑوں واسطے ہوں تو بدیہی ہے کہ دونوں

کا اتصال نہ ہوا تو خبر متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اور جب جب خبر منقطع ہے تو ہر گز بمنزلہ استفاضہ نہیں ہو سکتی اگر چہ متعدد منقطع باہم مل جائیں جب بھی وہ خبر متصل نہیں ٹھہر سکتی۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ شیخ مصطفیٰ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ نے استفاضہ یک جو تعریف بایں الفاظ کی: ''معنی **الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رویۃ''**

تحقق استفاضہ کی شرط ہے نہ یہ کہ تحقق کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت کا بیان ہے کہ اتصال بے ملاقات نا متصور اور ملاقات کے لئے جماعتوں کا آنا ضرور۔'' [جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت/ص:۳۰]

اور پھر آپ نے حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات سے استفادہ فرماتے ہوئے خبر مستفیض کی مکمل وضاحت فرمائی۔ بعدہٗ خبر مستفیض اور خبر متواتر کے مترادف ہونے پر تحقیقی کلام کرتے ہوئے لب لباب یہ پیش فرمایا کہ: ''خبر مستفیض خبر متواتر کا مترادف ہے اور متواتر اعلیٰ درجہ کی خبر صحیح ہے جس میں راوی کا مرتبہ تحمل اور مرتبہ ادائے خبر میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اتنی بات پر جملہ محدثین کا اتفاق چلا آرہا ہے اور اس صورت میں خبر مستفیض از قبیل روایت ہے نری خبر نہیں'' [جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت/ص:۳۴]

بالجملہ آپ نے اپنے موقف کو قرآن وحدیث متون وشروح فتاوی واصول اور بہت سی نصوص فقہیہ اور تصریحات ائمہ سے اپنے موقف پر استدلال فرمایا، اور لبِ لباب یہ بیان فرمایا: ''یہاں سے ظاہر کہ مذکورہ طریقے اور اس کے علاوہ دوسرے طریقے جن میں مدار ٹیلیفون، موبائل، ای میل، فیکس پر ہے وہ خود مستقل طور پر قابل اعتبار نہیں بلکہ محتاجِ تصدیق ہیں اور ان کی تصدیق ٹیلیفون موبائل ای میل فیکس سے نہیں ہو سکتی کہ اندیشے سے خالی نہیں اور مشتبہ مشتبہ کا مصدق نہیں ہو سکتا اور فیکس ای میل اگر چہ دس گیارہ ہو جائیں یوں ہی فون

اگر چہ متعدد ہوں بمنزلۂ استفاضہ نہیں ہو سکتے۔۔۔اور جب ان ذرائع میں یہ کچھ اندیشے ہیں اور یہ بذات خود کافی نہیں اور ان کے ذریعہ تصدیق بھی مشتبہ تو ان جدید ذرائع سے موصول ہونے والی خبروں میں شبہ کیوں نہیں ہونا چاہئے۔خصوصاً عید کے سلسلے میں بصورت استفاضہ بھی اندیشہ مانا تو ان اخبار پس پردہ کا بمنزلۂ استفاضہ ہونا یوں بھی ممنوع اور ان میں اشتباہ و اندیشہ خود کو مسلم تو سبیل اطلاق منع اور اندیشوں اور مفسدوں کا دروازہ بالکل بند کرنا ہے۔۔۔تو ٹیلیفون فیکس وغیرہ مشتبہ ذرائع سے موصول ہونے والی خبریں معتبر نہیں ہو سکتیں اگر چہ خبر دینے والے سنی ہوں۔ہاں ٹیلیفون وغیرہ پر کسی طرح اعتبار کا انجام تصریحات ائمہ مذہب کو بالائے طاق رکھنا اور قیود مذہب سے آزادی میں دوسروں کے ساتھ مشارکت اور عوام کو آزاد کرنا ضرور ہوگا۔" [جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت/ص:۴۲ تا ۴۴]

الغرض مشتے نمونہ از خروارے حضور تاج الشریعہ دام ظلہ علینا کی تحقیقات انیقہ نافعہ منیفہ کی یہ چند جھلکیاں تھیں۔جس سے حضرت کی علمی وسعت، محققانہ بصیرت اور مفکرانہ صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔دعا ہے مولیٰ تعالیٰ حضرت کو عمر خضر عطا فرمائے اور حضرت کے خوان علم سے ہمیں زیادہ سے زیادہ خوشہ چینی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

۳؍جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ



تارح لا آزر
فقه شاهنشاه
حقيقة البريلوية
سد المشارع
شرح حديث الإخلاص
الهاد الكاف في حكم الضعاف
عطايا القدير في حكم التصوير
الصحابة نجوم الاهتداء
الحق المبين
OF PURE ORIGIN
On the Identity of Prophet Ibrāhīm's Father
آثار قيامت
THE COMPANIONS ARE THE STARS OF GUIDANCE
The Shariah Ruling Pertaining To
THREE TALAAQS
3 = 3
The Tie Fatwa
THE PINNACLE OF BEAUTY
On the Lightening of Abū Lahab's Punishment each Monday
AZHARUL FATAWA

مُفتیِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ذرّہ کیا بنا اختر رضا
محفلِ انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

اخترِ اعلیٰ حضرت کی نوری کرنیں

SHAR'EE COUNCIL OF INDIA BAREILLY SHARIF
شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف

CENTRE OF ISLAMIC STUDIES JAMIAT-UR-RAZA BAREILLY SHARIF

ماهنامه سنی دنیا بریلی شریف

JAMAT RAZA-E-MUSTAFA
جماعت رضائے مصطفیٰ
FOUNDED 1920
MARKAZ-E-AHLESUNNAT